قوموں کے عروج زوال میں تعلیم کا کردار

سماجی ارتقاء انسان کی سوچ، مشاہدے، تجربات، تحقیقات اور جدوجہد کا مرہونِ منت ہے۔ انسان اور حیوان کی جبلت میں کئی چیزیں مشترک ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے انسان میں اپنی خواہش کا اظہار کرنے کے لئے زبان اور قلم کے استعمال کی صلاحیت دے کر حیوانوں پر فوقیت دے رکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا اور اس کی جبلت میں بہتر سے بہترین کی طرف سفر کرنے کی جستجو ڈال دی۔ ایک دور وہ بھی تھا جب انسان غار میں رہتا، پتوں سے اپنا جسم ڈھانپتا اور معیارِ زندگی حیوانوں سے کچھ زیادہ مختلف نہ تھا۔ انسان کے اندر ازل سے ہی تجسس کی صفت نے اسے زندگی گزارنے کے بہترین مواقع سکھائے۔ رسم الخط کے ایجاد ہونے سے قبل ہی انسان تحقیقات کے مراحل سے گزر کر کئی اشیاء ایجاد و دریافت کر چکا تھا۔ جن میں کئی قسم کے ہتھیار بھی شامل تھے جن کو وہ اپنے دفاع اور شکار کے لئے استعمال کرتا۔ دراصل تاریخ شروع ہی تحریر کے ساتھ ہوئی تھی۔ اس سے قبل پتھر، لوہا اور دھات کے ادوار انسان گزر چکا تھا۔ پتھروں، چمڑے اور کاغذ پر ہاتھ سے لکھا جاتا رہا۔ پرنٹنگ پریس کی ایجاد سے ایک انقلاب برپا ہو گیا اور بہت جلد اس کو پوری دنیا میں صنعت کا درجہ مل گیا۔ مذہبی کتب، اخبارات، رسائل اور نصابی کتب دنیا میں عام ہوئیں جن سے مستفید ہو کر اگلی نسل اس سے بہتر کرنے کی سعی میں مصروف ہو گئی۔ دیکھتے ہی دیکھتے دنیا میں ایک صنعتی انقلاب برپا ہو گیا۔ جس سے انسان نے ترقی کے مراحل اتنی سبک رفتاری سے طے کئے کہ اگر پتھر کے دور کا انسان آج کی دنیا میں قدم رکھے تو اس کو یہ طرزِ زندگی اور اس کے ارتقاء کو سمجھنے میں ایک زمانہ لگ جائے۔ ترقی کے اس دور تک کے سارے سفر کی بنیاد صرف علم ہے۔ اور یہ ایک مسلمان سے بہتر کون جان سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب سے جو فقرہ

سب سے پہلے کہا وہ اقرہ ہے یعنی پڑھ...........!!! قرآن پاک کا آغاز ہی پڑھنے سے ہوا۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ علم حاصل کرو خواہ تم کو چین ہی جانا پڑے۔ آپ ﷺ نے جہالت کا اندھیرا علم کی روشنی سے دور کرنے کی کوشش کی۔ اور نور سے بھری کتاب قرآن پاک رہتی دنیا تک چھوڑ گئے۔ آپ کے وصال کے بعد آپکے خلفاء نے بھی علم کے زیور سے آراستہ رہنے کی تلقین فرمائی۔ حضرت عمرؓ نے تو اپنے دور خلافت میں علماء اور دانشوروں کے وظائف بلا امتیاز مقرر کیئے۔ جن میں یہودی، مسیحی، کفار اور مسلمان شامل تھے۔ اور اس دور میں ڈاک کا نظام، چونگی، ٹیکس کا نظام، دودھ پلانے والی عورتوں کو وظائف وغیرہ متعارف کروائے۔

فارابی، جابر بن حیان، ابن الخلدون، بوعلی سینا، فیثا غورث، ابن الہثیم، محمد بن موسی خوارزمی، الفرغانی، محمد ابن زکریا رازی، عمر الخیام، ابن بطوطہ، جلال الدین رومی، ابو حامد الغزالی، اور ان جیسے کئی سائنسدان اور فلاسفروں کی تحقیقات کی بدولت دنیا میں علم کی طاقت سے مسلمانوں نے صدیوں تک راج کیا۔ پھر بدقسمتی سے مسلمان علمی پستی کا شکار ہو گئے۔ یہ علم تھا جس نے سماج کو بدلا اور وہ زرعی اور صنعتی ترقی میں اتنا آگے آچکا ہے کہ اب کچھ بھی کرنا ناممکن نہیں لگتا۔ آج اگر دنیا کا جائزہ لیا جائے تو یہ علم اور تعلیم ہی ہے جس نے کسی ملک کو ترقی یافتہ، ترقی پزیر اور پسماندہ بنا رکھا ہے۔ تعجب ہے کہ گزشتہ صدی میں صرف ایک سائنسدان ڈاکٹر عبدالسلام کو نوبل پرائز مل سکا جن کا تعلق کسی مسلم ریاست سے تھا۔

کسی مسلم یونیورسٹی کا نام دنیا کی ۵۰۰ بہترین یونیورسٹی کی لسٹ میں شامل نہیں۔ مسلمان ملکوں میں پڑھے لکھے لوگوں کا تناسب ۴۰ فیصد جبکہ مسیحی ملکوں میں یہ تناسب ۹۰ فیصد اور ۱۵ ملکوں میں یہ تناسب ۱۰۰ فیصد بھی ہے۔ مسلمان ملکوں میں کوئی بھی ایسا نہیں جہاں پڑھے لکھے لوگوں کا تناسب ۱۰۰ فیصد ہو۔ مسلمان ملکوں میں یونیورسٹی میں داخلے کی شرح کا تناسب صرف ۲ فیصد اور مسیحی ملکوں میں یہ تناسب ۴۰ فیصد ہے۔ دنیا میں یہودیوں کی تعداد صرف ۱ کروڑ ۴۰ لاکھ ہے مگر جدید دور کے ہر شعبہ میں ان کی

خدمات سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ البرٹ آئن سٹائن، سیگمنڈ فرائڈ، کارل مارکس، ملٹن فریڈمین، پال سموئلسین وغیرہ سب تاریخی سائنسدان ہیں۔ ٹیکہ لگانے والی سرنج اور سوئی کا موجد روبن، پولیو کے علاج کا موجد جوناس سالک، خون کے کینسر کے علاج کا موجد جیرٹرودا ایلیون، غدود کے امراض اور ریسرچ کا اہم نام اینڈریو شالی سب یہودی ہیں۔ مختصراً یہ کہ موجودہ دور میں تمام ایجادات، تحقیقات اور تجربات پہ انہیں کا قبضہ ہے۔ اگر یہ لکھا جائے کہ اس دنیا کو بلیک اینڈ وائٹ ٹیلی ویژن سے کلر ٹیلی ویژن بنانے والے تمام اہل عقل یہودی تھی تو کسی صورت غلط نہ ہوگا اور اس کیلئے کوپرنیکس سے لے کر آئن سٹائن تک سب کے نام آسکتے ہیں۔ میڈیا کے اس دور میں سی این این، اے بی سی نیوز، واشنگٹن پوسٹ، ٹائم میگزین، نیویارک ٹائم بھی یہی چلا رہے ہیں۔ آخری صدی میں ۱۸۰ نوبل پرائز یہودی سائنسدانوں کے حصہ میں آئے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ تعداد میں کم ہونے کے باوجود علمی طاقت سے اپنے آپ کو اتنا مضبوط کر رکھا ہے کہ NASA اور Pantagon بھی ان کی مرضی اور مشورہ کے بغیر کوئی کام نہیں کرتے۔

یہ تعلیم اور علم کی برکت تھی کہ جاپان اور جرمنی جنگ عظیم کے بعد نہ صرف اپنے پاؤں پہ کھڑے ہوئے بلکہ پوری دنیا میں انھوں نے ۱۹۹۰ء تک معاشی استحکام میں نمایاں پوزیشن حاصل کی۔ آج جو لیبا، یمن، مصر اور تیونس میں ہو رہا ہے وہ علمی پستی کا نتیجہ ہے۔ اگر مسلمان ملکوں نے بھی علمی اسلحے سے اپنے آپ کو لیس کیا ہوتا تو کبھی کوئی افغانستان، عراق، لیبیا، مصر، یمن، تیونس، ایران، کویت، وغیرہ کے اندرونی معاملات میں دخل اندازی کی ہمت نہ کرتا۔ ریاست غیر مقتدر ہوتی ہی اُس وقت ہے جب اُس کو چلانے والے صاحبِ علم نہ ہوں۔ UNO کا قیام ظلم مٹانے اور جمہوریت پھیلانے کے واسطے وجود میں آیا تو کشمیر اور فلسطین سے چشم پوشی کرنا انتہائی سیاسی بدیانتی ہے لیکن اس میں قصوروار ہم بھی ہیں جنہوں نے تعلیم کے اُس زیور سے آراستہ ہونے کی کوشش نہیں کی جو کسی قوم کو عظیم قوم بناتی ہے۔

ہم جہالت کی تاریکی میں غرقاب ہو رہے ہیں۔ جہاں ہمیں اپنے حقوق و فرائض کے راستے کا تعین کرنے میں دشواری اور جدید دنیا کے ساتھ چلنے میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ پاکستان کی خواندگی کی شرح خوفناک حد تک کم ہے۔ جعلی ڈگریوں اور بوٹی مافیا کے اس دور میں اب تو پڑھے لکھے افراد بھی متنازعہ ہوتے جا رہے ہیں۔ پاکستان میں انقلاب کی باتیں کرنے والے پہلے لوگوں کے اس ہجوم کو قوم تو بنائیں جو جہالت کی گہری نیند میں ہے، کوئی ان کے شعور کو بیدار تو کرے۔ ناموس رسالت پہ جان نثار کرنے پر ہر وقت تیار رہنے والے یہ کیوں نہیں سمجھتے کہ آپ ﷺ کی تعلیمات پر عمل کر کہ ان سے محبت کا عملی ثبوت دیا جا سکتا ہے۔ اب یہ انتہائی ضروری ہو چکا ہے کہ ملک میں تعلیمی نظام کا ڈھانچہ مکمل طور پر بدل کر ملک بھر میں یکساں نصاب اور نظام تعلیم رائج کیا جائے۔ کم سے کم تعلیم بی۔ اے ہو اور غریبوں کے لیے تعلیمی ضروریات مفت ہوں۔ تا کہ عوام کی سوچ میں وسعت آئے اور آنے والی نسل اس ملک کی ترقی مین اپنا بھرپور کردار ادا کر سکے۔ کیونکہ سنہری تاریخ علم کی طاقت سے بنتی ہے اور علمی پستی قوموں کے زوال کی سب سے بڑی وجہ ہے اور اس کیلئے اگر ہم قوموں کے زوال کے اسباب کا مطالعہ کریں تو یہ بات کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ ہر بڑی قوم نے مکمل تباہی سے پہلے اپنا نظام تعلیم غلاموں کے سپرد کر دیا تھا جس کے نتیجہ میں غلام ذہنیت پیدا ہوئی اور پھر کبھی بھی آزاد ریاست نہ بن سکی۔

تحریر ...... سہیل احمد لون

سربٹن۔ سرے